مہر مرشد دی کیمیا پر بت کرے رواں
برکت شاہ سلیمان دی نوشہ بھیانہال [1]

خاندانی تذکروں سے عیاں ہوتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کے مرشد حضرت شاہ سلیمان نوری قادریؒ صاحبِ نظر اور صاحبِ کشف تھے۔ بیعت کے بعد ایک مرتبہ نوشہ صاحبؒ نوشہرہ تارڑاں سے بھلوال روانہ ہوئے۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے آپ کو گھیر لیا اور ورغلا کر لوٹنے کا ارادہ کیا۔ اسی وقت غیب سے آپ کے مرشد کی آواز سنائی دی۔ اے حاجی محمد! یہ ڈاکو ہیں۔ ان کے بہکاوے میں نہ آنا۔ یہ تمہیں لوٹنا چاہتے ہیں۔ تم اپنے سیدھے راستے پر چلتے جاؤ۔ منزل پر پہنچ جاؤ گے۔ آپ نے ڈاکوؤں کے ساتھ چلنے سے انکار کیا۔ اپنے سیدھے راستے پر چلتے ہوئے بھلوال پہنچ گئے۔ بھلوال قصبہ سے باہر ان کے مرشد ان کے انتظار میں کھڑے تھے۔ انہوں نے نوشہ صاحبؒ کو دیکھتے ہی فرمایا۔ حاجی محمد! ہم تمہاری حفاظت کر رہے تھے۔ تم نے سیدھا راستہ اپنا کر بہت اچھا کیا[2]۔ کشکول نوشاہی میں اس واقع کو یوں بیان کیا گیا ہے:

طالب راہ مرشد دے چلے او جھڑ پوے نہ گھُسے
ٹھگاں راہزناں پچھے لگے اوہ اوجھڑ پو مسّے [3]

بقول مرزا احمد بیگ لاہوری آپ نے بھلوال سے واپسی پر اپنے مرشد کے حکم سے گھوڑوں کی تجارت بھی کی۔ آپ نے مرشد کے فرمان کے مطابق موضع پانڈووال سے سات روپے میں ایک گھوڑی خریدی اور اسکی نسل سے پیدا ہونے والے گھوڑے سینکڑوں روپوں میں فروخت کیے۔ جن تاجروں نے وہ گھوڑے خریدے انہوں نے دکن اور جہان آباد لے جا کر کئی گنا منافع کمایا۔[4]

1- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 61
2- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 108
3- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 18
4- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 113

مولانا صداقت کنجاہی کی تحریر کے مطابق تجارت سے حضرت نوشہ صاحبؒ کے پاس جب اچھی خاصی رقم جمع ہوگئی تو آپ نے زمین خرید کر کھیتی باڑی شروع کر دی۔ [1] آپ کے مرید خواجہ فضیل کابلی ہل چلاتے تھے اور حضرت پاک رحمٰن مزارعوں کے لیے کھانا لے کر جاتے تھے۔لیکن اس کاشت کاری کے باوجود آپ کا دل دنیاوی امور سے زیادہ یاد الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔آپ کی زندگی کے یہ دونوں پہلو کشکول نوشاہی میں کھل کر سامنے آتے ہیں۔

نوشہ کسب بپار ہکناں دا کسب ہکناں دا واہی [2]

یاد الٰہی والیاں سر تاج شہانے
نوشہ کسبی ذات دا ہور کسب نہ جانے [3]

نوشہ گنج بخشؒ کا ذریعہ معاش کاشت کاری تھا جبکہ نوشہ ثانی کا پیشہ طب اور کتب فروشی تھا۔لہٰذا نوشہ گنج بخشؒ نے اپنی شاعری میں کاشت کاری کی اصطلاحات کا بطریق احسن استعمال کیا ہے۔نوشہ صاحبؒ کے مندرجہ ذیل اشعار گاؤں کے کسان کی زندگی کا نقشہ پیش کرتے ہیں:

ہولی بھوئیں ہل واہ نہ نہ ڈھولا مار — ایویں واہ گواوسیں نوشہ کہے پکار [4]
کھیتی پکی ویکھ کے بھل ناہیں کرسان — اجے جھکھڑ جھولے ڈھیر نیں گھر آوے تاں جان

یا پھر یہ مصرعہ ملاحظہ ہو:

جیٹھی کنک تنہاں دی نوشہ جنہاں کیتی پوکھی سر دی [5]

1- ثواقب المناقب مطبوعہ ص 76
2- کشکول نوشاہی ص 77، گنج شریف 295
3- ایضاً
4- ایضاً ص 59، ایضاً 515
5- ایضاً ص 258، ایضاً 269

نوشاہی سلسلے کے تذکروں کے ذریعہ نوشہ صاحبؒ کی زندگی کے بے شمار پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں، جن میں ایک پہلو یہ ہے کہ آپ نے ساری زندگی فقیری اور درویشی میں بسر کی۔ دنیاوی شان وشوکت اور جاہ وجلال سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ اپنے آپ کو فقیر کہتے تھے۔ تذکرہ نوشاہی میں آپ کا ایک قول یوں درج ہے:

''من مجذوب نبودم کہ در وقتِ مُردن کسے را چیز بدہم و نہ شیخ کہ عصاو مصلےٰ و طاقی و دستار بدہم۔ من فقیر بودم، ہر کہ مرا دید موافق نصیب چیزے برو دادہ ام (1)''

اسی بات کو کنز الرحمت کے مصنف نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

نہ رند نہ صوفی نہ طاما تیم　　　کہ با کس عصا و مصلےٰ دہم
ہمہ عمر بودم بدنیا فقیر　　　در آخر روم ہم از اینجا فقیر (2)

نوشہ صاحبؒ کی زندگی کا یہی پہلو گنج شریف میں یوں ملتا ہے:

نہ ہم ملاں شیخ مشائخ نہ مفتی یہ قاضی
ہم فقیر قادر عاجز کے لیکھ لکھے پر راضی (3)

اسی ضمن میں یہ شعر بھی ملاحظہ ہو:

اسیں فقیر شکستہ عاجز کار دگاروں چھٹے
پانی اتے بلبلا دسے تاں چھٹے جاں ٹٹے (4)

تذکرہ نوشاہی کے مصنف نے آپ کی زندگی کے متعلق لکھا ہے:

''دولت مند و اہلِ حکومت را کہ میدیدند، کنارہ کشیدہ میرفتند احیاناً۔

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 248
2- کنز الرحمت ص 88
3- گنج شریف ص 159
4- گنج شریف ص 312، کشکول نوشاہی (قلمی) ص 235

اگر لا چار مقابل می شد تا او بسلام سبقت نمیکرد، ایشاں سلام نمید ادند۔‘‘[1]

ثواقت المناقب، تذکرہ نوشاہی، کنز الرحمت، تحائف قدسیہ جیسے خاندانی تذکروں سے یہ بات کہیں بھی ثابت نہیں ہوتی کہ آپ نے کبھی کسی حاکم، وزیر یا بادشاہ سے تعلقات قائم کئے ہوں۔ بلکہ آپ نے اپنے بڑے فرزند میاں برخوردارؒ کو شاہ جہان کے وزیر نواب سعد اللہ خان کی پیشکش کے باوجود شاہی ملازمت کرنے سے منع کر دیا تھا کہ:

> ’’منصب دارانِ معبود را لائق نیست کہ منصبِ عبداختیار کُند۔ بخانہ برخواستہ نیائند‘‘[2]

یہی واقعات وخیالات کشکول نوشاہی (گنج شریف) میں ملتے ہیں:

راجے راوٗ بادشاہ وزیر　　حاکم صوبہ دار امیر
ایہناں اگے مول نہ جھک　　نیڑے ایہناں دے نال نہ ڈھک
حکم نہ من آن نہ من　　ایہناں دے آکھے نہ دھر کن
مول نہ ویکھ ایہناں دی شان　　ایہناں دا ملن بوہت زیان[3]

O

راج دوارے جاوناں درویشاں ناہیں کم
جو لوبھو نہیں دم دے تہاں سکھالا دم
دین داراں نال ملنا درویشاں دا جم
دنیاداراں دھوکھڑے نر دنیا بے غم[4]

یا پھر یہ شعر ملاحظہ فرمائیے:

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 91
2- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 247
3- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 243، گنج شریف ص 238
4- ایضاً ص 124　　ایضاً ص 572

نہ اسیں زور نہ حاکمی نہ اسیں حاکم میر
آکھے نوشہ قادری اسیں عاجز مرد فقیر[1]

نوشہ صاحبؒ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے آپ کی اولاد اور خلفاء میں سے کسی نے بھی شاہی دربار سے تعلق نہ رکھا۔ جبکہ غلام محی الدین نوشہ ثانی (وفات 1229ھ) کی زندگی میں ہی ان کی تینوں بیٹے فقیر سید عزیز الدین اور فقیر سید نور الدین خالصہ دربار سے وابستہ تھے۔[2] فقیر عزیز الدین (وفات 1262ھ/ 1846ء) مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں پنجاب کے وزیر اعظم تھے۔ان کے چھوٹے بھائی سید نور الدین (وفات 1268ء/ 1852ء) اسی دور میں سیالکوٹ اور جالندھر کے گورنر تھے۔[3] یوں نوشہ ثانی کے خاندان کا امیر کبیر ہونا اور شاہی دربار سے تعلق رکھنا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس بات کا بھی بین ثبوت ہے کہ رنجیت سنگھ کئی مرتبہ خود بھی ان کے گھر آیا تھا۔ آج بھی اندرون بھاٹی گیٹ فقیر خانہ موجود ہے جو اس خاندان کی اہم یادگار ہے۔ پنجاب کی وزارت عظمیٰ اور گورنر کے عہدے پر فائز رہنے والے خاندان کے فرد کا یہ کہنا ''نہ اساں زور حاکمی نہ اسیں حاکم میر'' کو کیونکر سچ تسلیم کیا جا سکتا ہے اور فقیر نوشہ ثانی جیسا عالم فاضل شخص ایک طرف شاہی طبیب اور دوسری طرف درویش صفت انسان یہ دونوں متضاد باتیں کیسے مانی جا سکتی ہیں۔ نوشہ ثانی کے قول وفعل میں تضاد کو تسلیم کرنا ہمارے نزدیک بے ادبی و گستاخی کے برابر ہے۔ چنانچہ حالات و واقعات کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شعر فقیر نوشہ ثانی کا نہیں ہے۔ بلکہ کسی ایسے نوشہ کا ہوگا جو اپنے دور کے شاہی دربار سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہوگا اور تاریخ و حالات شاہد ہیں کہ وہ شخص سوائے نوشہ گنج بخشؒ کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

1- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 204 ، گنج شریف ص 528

2- رسالہ از آثار فقیر نوشہ ثانی ص 98

3- اورینٹل کالج میگزین صد سالہ تقریبات نمبر 19

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں فقیر خاندان کا اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ سکھ حکومت کو ان پر اعتماد وفخر تھا۔ نیز خالصہ حکومت کے دور میں اعتمادی خاندان کا کوئی فرد سکھوں کے گورو نانک کے خلاف یہ آواز بلند کرے کہ ''نانک کو گیان حاصل نہیں تھا وہ گیان کے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہو گیا'' عقل و قیاس سے باہر ہے۔ کیا ہم رنجیت سنگھ کی سلطنت کے وزیر اعظم فقیر عزیز الدین کے والد نوشہ ثانی سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ سکھوں کے عروج کے زمانے میں انہوں نے نانک کے متعلق ایسا کہا ہوگا:

سو در گیا پچھدا نانک گیا وہا سو گھر کتھے آکھدا دنیا چھڈ گیا[1]
سوجھی پایوس پچھدی درویشاں دے درآ اوہ اگے نہ سمجھیا نہیں تاں سمجھن ہا
کلمہ پڑھدا تاں ویکھدا نوشہ دئے سنا

ایک امیر کبیر شاہی خاندان کا سربراہ حکام کے مذہب کا تمسخر کیسے اڑا سکتا ہے اور امارت کی بجائے غربت کو کیسے بہتر کہہ سکتا ہے۔ یہاں لمحہ فکر یہ ہے کیا شاہی خاندان کے سربراہ کی ایسی سوچ ہو سکتی ہے؟

توبہ کرے گناہوں جاں بندہ، جھوٹھی کرے نہ بازی
پچھلیاں بدیاں نیکیاں کر لکھن، ویکھ غریب نوازی
درد لگائیے سچ صلاحیئے روئیے دنیا سازی
نوشہ اساں غریبی چنگی شاہاں ترکی تازی (2)

یہاں حالات و واقعات خود زبان بن گئے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ یہ اشعار نوشہ ثانی کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ ہم یہاں چند ایک ایسے واقعات پیش کرتے ہیں جن سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ اشعار کس شاعر کی تخلیق ہیں۔ سلسلہ نوشاہیہ کے تقریباً تمام

1- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 249، گنج شریف 322
2- ایضاً ص 249 ، ایضاً 281

مآخذات میں یہ واقعہ درج ہے کہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ جوانی کے زمانے میں ایک بار لاہور تشریف لائے اور آپ کا مقابلہ اس دور کے شاہی پہلوان پایہ تخت کے ساتھ ہوا۔ پہلوان کو اپنی طاقت پر بہت غرور تھا۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس انداز سے دبایا کہ بقول صداقت کنجاہی ''اس پہلوان کی انگلیوں سے خون ٹپکنے لگا''[1]۔ اس نے اسی وقت ہار مان لی۔ آپ نے نصیحت فرمائی کہ طاقت پر کبھی غرور نہیں کرنا چاہیئے۔ اصل پہلوان یا طاقتور وہ ہوتا ہے جو غصہ پر قابو رکھے۔ گنج شریف کے مندرجہ ذیل شعر سے اس واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے:

زوراور پہلوان نہ نوشہ نہ دریائے　　　　زوراور سئے اکھیئن جو آیا جوش ہٹائے[2]

حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی زندگی کے مطالعہ سے ایک اور واقعہ یوں سامنے آتا ہے کہ آپ کے ایک ہم عصر بزرگ عبدالسلام چشتیؒ ساکن کیلیانوالہ نے اپنے ایک مرید کے ذریعہ نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس جو بھی شخص آتا ہے آپ بلا امتیاز اسے فیوض و برکات عطا کر دیتے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو صوفیاء اور فقراء کی عزت اور اہمیت نہیں رہے گی۔ آپ نے اُس رات گاؤں کے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے گھروں کے چراغ مسجد کے چراغ سے روشن کریں۔ گاؤں کے ہر شخص نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ جب رات ہوئی تو آپ نے شیخ عبدالسلام چشتیؒ کا پیغام لانے والے مرید سے کہا دیکھو گاؤں کے سب چراغ روشن ہو چکے ہیں لیکن مسجد کے چراغ کی روشنی میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ یہی میرے فیض کا حال ہے۔ جو میرے ساتھ مس ہوگا اس کا سینہ روشن ہو جائیگا۔[3] یہی واقعہ آپ کے کلام میں یوں درج ہے:

1- ثواقب المناقب مطبوعہ ص 105 تا 107
2- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 201، گنج شریف ص 395
3- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 201

جیویں دیوا بالیے نوشہ دیوے نال
تیئوں مرشد سنگ رل طالب ہوئے خیال [1]

یہ ناممکن ہے کہ اس قسم کے واقعات تو نوشہ گنج بخشؒ کے ساتھ پیش آئے ہوں اور ان کی رحلت کے 126 سال بعد نوشہ ثانی نے یہی واقعات منظوم کئے ہوں۔ یہ عجیب منطق ہے کہ واقعات نوشہ گنج بخشؒ کے ساتھ پیش آئے اور ان کو نوشہ ثانی کیساتھ منسوب کر دیا جائے۔ لہٰذا تجزیہ کے لیے مزید چند فکری شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ نوشہ ثانی کے متعلق یہ صحیح روایت ہے کہ ان کا تعلق سادات خاندان سے تھا۔ [2] جبکہ نوشہ گنج بخشؒ جالپ راجپوت خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ تواریخ سے پتا چلتا ہے کہ جالپ راجپوت ہندی النسل سورج بنسی خاندان کی ایک شاخ ہے جو بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئی۔ سادات خاندان کے افراد عرب سے ہجرت کر کے برصغیر میں آباد ہوئے۔ سادات دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہ کی فاطمی اولاد ہیں، جو پیدائشی مسلمان ہیں۔ ان کا ہندو ہونا یا ہندوؤں کے مسئلہ آواگون پر یقین رکھنا کسی صورت درست نہیں۔ کیونکہ مسئلہ آواگون خالصتاً ہندومت سے تعلق رکھتا ہے۔ جن لوگوں نے ہندومت چھوڑ کر اسلام قبول کیا، انہوں نے اس مسئلے سے نجات حاصل کر لی۔ کلمہ پڑھ کر آواگون مسئلہ سے نجات حاصل کرنے والا شخص ہی یہ بات کہہ سکتا ہے:

نہ اسیں آئے نہ اسیں چلے آواگون بھرم دی
مرشد آواگون مٹائی کیتی نظر کرم دی
کلمہ پڑھ جوناں تھوں چھٹے لدھی واٹ پرم دی
نوشہ کہے فقیر الٰہی وار سنوار جرم دی [3]

1- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 97، گنج شریف ص 198
2- دیکھئے لالہ سوہن لال سوری کی عمدۃ التواریخ اور تاریخ جلیلہ از پیر غلام دستگیر نامی، گلزار عالم پریس لاہور 1937ء ص 249
3- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 251، گنج شریف ص 389

ان کو نوشہ ثانی کے اشعار اس لیے تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ پیدائشی سید تھے۔ ان کے بزرگوں نے مکہ میں تبلیغ اسلام کے بعد بخارا کا رخ کیا پھر پنجاب میں ڈیرے ڈالے۔[1] ہندومت سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ہی ان کے بزرگ ہندومت ترک کر کے مسلمان ہوئے تھے۔ اس لیے وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ:

مرشد آواگون مٹائی کیتی نظر کرم دی

کلمہ پڑھ جوناں تھوں چھٹے لدھی واٹ پرم دی

لہٰذا یہ شعر نوشہ گنج بخشؒ کا ہے۔ جن کا خاندان ہندومت ترک کر کے مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔

اب ہم یہاں ایسے واقعات پیش کرتے ہیں جن میں نوشہ صاحبؒ کے قول اور فعل کی مطابقت موجود ہے۔ مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں:

''ایک مقدم نے جو بڑا مالدار تھا۔ ایک سو روپیہ نقد اور ایک گھوڑا اور خلعت عمدہ حضرت پیر محمد کی نذر کیا۔ آپ نے لے کر حضرت نوشہ صاحبؒ کی نذر گردانا۔ حضور بہت خوش ہوئے اور ان کو خطاب ''سچیار'' یعنی راست گو بخشا۔''[2]

تذکرہ نوشاہی کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ اگر کوئی شخص خلوص نیت سے آپ کی خدمت میں کوئی نذرانہ پیش کرتا تو آپ اسکی دلجوئی کے لیے قبول فرما لیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے ایک مرید ساہنپال سے محض اس کی دلجوئی کی خاطر ایک کنواں (ٹکڑا زمین) قبول فرمایا تھا۔[3] بقول مرزا احمد بیگ آپ کے مرشد حضرت سخی سلیمان نوریؒ نے آپ کو رخصت کرتے ہوئے نصیحت فرمائی تھی:

1- Chief and Families of Not in the punjab P.296

2- تحقیقات چشتی ص 429

3- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 136

''میاں حاجی شاالحال بیادہ ، نیامدہ باشید ، اگر کسے شمارا مادیاں بہ بہا
بانظر بگذارند قبول خواہید کرد۔حضرت شاہ تسلیمات بجا آوردہ۔''[1]

اس نصیحت سے متعلق آپ کا ارشاد ہے:

نذر کرے درویش دی جے کجھ دنیا دار   دے دلاسہ کھسم دا لیوے لیون ہار[2]

حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے ساری زندگی شریعت کے مطابق بسر کی اور مقلدین کو بھی شریعت کے اصولوں پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔مرزا احمد بیگ لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ در ظاہر احتیاط شریعت بسیار می نمودند و نمیخو استند کہ
کسے از اخلاص مندان از جادۂ شراع در ظاہر تفاوت بکند''[3]

نوشہ صاحبؒ کا اپنا قول تذکرہ نوشاہی میں یوں درج ہے۔''طریقۂ ما طریقۂ شریعت نبویؐ ست''[4]۔بقول علامہ محمد ماہ صداقت کنجاہی:

''نوشہ نامدار الظاہر عنوان الباطن نقش نگین داشت و تجاوز از حدِّ
شرع باوجود کمالات چوں مصرعہ خوشخط کہ از قلم و نقش مسطر بدر رو
و بدغامی انگاشت''[5]

اس قول سے صاف عیاں ہے کہ نوشہ صاحبؒ شریعت کے بے حد پابند تھے۔اب ذرا کشکول نوشاہی کے یہ شعر ملاحظہ کیجئے اور اندازہ لگائیے کہ اقوالِ حضرت نوشہ گنج بخشؒ سے کس حد تک مطابقت رکھتے ہیں:

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 112
2- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 258، گنج شریف 372
3- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 127
4- ایضاً ص 201
5- ثواقب المناقب (قلمی) ورق 85

کم نہ ہووے شرع بن دینی دنیائی — باجھ شریعت منیاں کہی فقیرائی [1]
غیر شرع دا ہوونا ہوون حیواناں — آیا منن حکم نوں آ حکم نہ ماناں
شرح جہاز رسول دا چڑھیا سو تریا — منے شرع محمدیؐ جیں کلمہ پڑھیا
غیر شرع جو پیر ہے سو پیر نہ کہیئے — غیر شرع فقیر تھیں ہک پل نہ بہیئے
سچی شرع رسولؐ دی غیر شرع سب جھوٹھے — نوشہ کہے غیر شرع نوں خیر نہیں وچ ٹھوٹھے

(3)

گنج شریف میں نوشہ صاحبؒ کی ذاتی زندگی کا عکس دیکھنے کے بعد اب ہم گنج شریف (کشکول نوشاہی) کے اشعار کا نوشہ صاحبؒ کی دیگر تصانیف سے موازنہ کریں گے۔

نوشہ صاحبؒ کے ملفوظات چہار بہار کے عنوان سے ہاشم شاہ تھرپالوی نے مرتب کیے۔ نوشہ صاحبؒ کے ان ملفوظات سے کسی محقق یا نقاد کو کوئی انکار یا اعتراض نہیں ہے۔ اس کتاب میں تصوف سے متعلق نوشہ صاحبؒ کے گرانقدر فرامین درج ہیں۔ گنج شریف (کشکول نوشاہی) کے اکثر اشعار میں بھی یہی فرامین موجود ہیں۔ یہاں ہم گنج شریف کے اشعار کے حوالے سے چند فرامین کو پرکھنے کی کوشش کریں گے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ہر دو تصانیف میں فکری ربط موجود ہے یا نہیں؟

چہار بہار میں صبر سے متعلق آپ کا فرمان ہے:

''صبوری گوہرے ست بے بہا و جو ہرے ست بے انتہا'' (2)

گنج شریف میں بہت سے ایسے اشعار موجود ہیں جو نہ صرف فکری اعتبار سے نوشہ صاحبؒ کے فرمان سے مطابقت رکھتے ہیں بلکہ بعض مقامات پر الفاظ بھی مشترک ہیں:

1- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 112

2- چہار بہار مطبوعہ ص 64

منن دیاں نشانیاں نوشہ دے سنا　　صدق صبوری بندگی آنن امر بجا[1]

نوشہ صدق صبوری وڈا مال دھن　　ہک رجن نال صبر دے ہک رجن نال ان

صبر کان درویش دی نوشہ صبر کمائے　　صابر سندے صبر دا ہووے نہ تیر خطائے[2]

صدق صبوری مل لے بریایوں آ باج　　درویشاں دی سانجھ پو رہ آوئے دو جگ لاج[3]

چہار بہار میں نوشہ صاحبؒ صدق کو معرفت کے شامیانے کی میخ اور ایمان کے درخت کی جڑ قرار دیتے ہیں:

صدق میخِ خیمۂ معرفت ست و بیخ درخت ایمان ست[4]

اب گنج شریف کے وہ اشعار ملاحظہ فرمائیے جو صدق کے متعلق ہیں:

جاں جاں صدق درست ہے تاں تاں درست ایمان
نوشہ کلمہ کفر دا کرے نہ بے ایمان[5]

درویشی دے رکن ترے حال قال اعمال
حال صدق اقرار قال ، حکم منن اعمال[6]

ذکر نہ مونہوں آکھنا سن پیارے سچیار
نوشہ آکھے ذکر ہے صدق اتے اقرار[7]

1- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 80، گنج شریف ص 72
2- ایضاً ص 74، ایضاً 352
3- ایضاً ص 111، ایضاً 571
4- چہار بہار ص 72
5- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 97، گنج شریف ص 249
6- ایضاً ص 255، ایضاً 325
7- ایضاً ص 51، ایضاً 248

صوفیاء میں ہمہ اوست اور ہمہ از اوست کا فلسفہ بے حد اہمیت کا حامل رہا ہے۔ ابن عربی نے ہمہ اوست کے فلسفہ کو اپنی کتاب فصوص الحکم میں نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ لہٰذا اکثر صوفیاء کرام اسی نظریئے کے قائل ہیں۔ لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ہمہ اوست کی بجائے ہمہ از وست کے فلسفہ کو بالا قرار دیا ہے۔ اور اپنی تحریروں میں اسکی وضاحت فرمائی ہے۔ حضرت نوشہ صاحبؒ نے چہار بہار میں مذکورہ دونوں فلسفوں پر نہایت وضاحت وتصریح سے روشنی ڈالی ہے۔ لیکن آپ خود ہمہ اوست کے قائل ہیں۔ گنج شریف کے اشعار میں چہار بہار کی مانند اس فلسفے کے دونوں پہلوؤں پر خوب وضاحت ملتی ہے۔ پہلے ہمہ اوست سے متعلق چہار بہار میں نوشہ صاحبؒ کے ارشادات ملاحظہ کیجئے:

''ہمہ اوست درجۂ کمالِ معرفت ست کہ در آنجاما وتو وہست و نیست ہیچ نیست مثل شمع روبہر سو یکے دارد۔''(1)

''بینندہ و گوئندہ و شناسندہ ومتحرک در جملہ موجودات یکے ست''(2)

''شب و روز اگر خیالِ وحدت داری ، بتدریج غیراز یکے نخواہد ماند''(3)

''غبار دوئی چناں بشوئد کہ یکے بیندو یکے داند کہ یکے ہست و یکے خواہد بود۔ چناں یکے بیند کہ یکے شُد''(4)

اب گنج شریف کے یہ اشعار دیکھئے جن میں مذکورہ نظریات کی وضاحت ملتی ہے:

1- چہار بہار ص 119
2- ایضاً ص 122
3- ایضاً ص 122
4- ایضاً

جتھّے ویکھاں ہکّو ویکھاں ہکو جتھّے کتھّے
لامکان فی انفس پایئے پایئے اوتھے اِتّھے [1]

جاں جاں ایکا اکھیاں ہِک نوں ویکھن ہِک
دوئیں ویکھن وچ بھینگیاں جاں اندر ہونے پھِک [2]

جس من وحدت وسدی اوہ کافر کدیں نہ ہوئے
نوشہ وحدت والیاں غیر نہ جاتا کوئے [3]

وحدت والے ویکھدے ہکو ہک صحی
نوشہ اندر باہرے وحدت دس رہی [4]

اوہو اوہ دسیوے باطن ظاہرا
اس بن ہور نہ کوئی اندر باہرا [5]

اوہو اپنا آپ نہ کوئی غیر ہے
دُبھتا اندر ویر وحدت نت ویر ہے
اوہو باطن ظاہر دسے
اوہو اندر باہر دسے

1- کشکول نوشاہی ص 306، گنج شریف ص 453

2- ایضاً

3- ایضاً ص 90، ایضاً ص 456

4- ایضاً

5- ایضاً ص 143، ایضاً ص 470

آپ ذات جہان صفات
صفت ذات وچ کیسی بات (1)

اسی طرح فرماتے ہیں:

ع ہمہ اوست تو حال ہے پیارے قال موں آوے ناہیں (2)

یا ع ہمہ اوست بن نہ ورتارا ایہہ ونہار کر لیئے

ع آ دانت بن نیچ نہ پایئے ہمہ اوست ہے سویو (3)

چہار بہار میں دعویٰ کے متعلق نوشہ صاحبؒ کے فرمان یوں ہیں:

i- چوں ہستیٔ دعویٰ صورت بہ بست کہ ایں چیز من است انگاہ مجنش بگرفت (4)

ii- ہستی دعویٰ ہمچو ہستی سراب است (5)

iii- دنیا و دعویٰ دنیا بے شک و شبہ سراب است'' (6)

یہی مضمون ان الفاظ میں کشکول نوشاہی میں بیان ہوا ہے:

درویشی راج اٹل ہے نر دعویٰ زر وَیر نوشہ دعویٰ والیاں کدی نہ ہووے خیر (7)
دعویٰ روگ اوشٹ ہے روگی دعویدار نوشہ دعوے والیاں دعویٰ کرے خوار
دعویٰ کیتا انھیاں سوجھی جنہاں نہ کوئے درویشاں نر دعویاں سجا سوجھی ہوئے

1- کشکول نوشاہی ص172، گنج شریف ص470
2- گنج شریف ص74
3- ایضاً
4- چہار بہار ص53
5- ایضاً ص54
6- ایضاً ص55
7- کشکول نوشاہی (قلمی) ص236، گنج شریف ص577

دعویٰ کر دُکھ پائیے بن دعویٰ سبھ سُکھ　　　دعویداراں اندھیاں آپے چائے دُکھ
دعویٰ کم دیوانیاں منن دانیاں کا
آکھے نوشہ قادری سمجھے مرد سچیار (1)

(4)

کسی شاعر کے کلام میں اسکے پسندیدہ ہمعصر مشاہیر کا ذکر تحقیق کی راہیں متعین کرنے میں بے حد مددگار ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ شاعر کے زمانے کے ماحول کے تناظر میں اسکی شخصیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ اور اس کے افکار کے مختلف زاویے قارئین کو گہرائی اور گیرائی تک لے جاتے ہیں۔ نوشہ صاحبؒ کے مرید بے شمار تھے۔ لیکن ان کے کلام میں صرف ایک ہی مرید پیر محمد سچیار کا نام ملتا ہے۔ جس سے خورشید احمد خان نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہاں سچیار سے مراد محمد سچیار نہیں ہے بلکہ سچیار بطور لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس کے معنی سچا ہونے کے ہیں۔ (2) حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہاں سچیار سے مراد پیر محمد سچیار نوشہروی ہیں جو حضرت نوشہ گنج بخش کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے اشعار میں صرف پیر محمد سچیار کا ہی ذکر کیوں کیا ہے۔ باقی مریدوں کو مخاطب کر کے شعر کیوں نہ کہے۔

اگر ہم پنجابی کے علاوہ اردو یا فارسی کے صوفیانہ ادب پر نظر ڈالیں تو وہاں بھی یہی روایت دکھائی دیتی ہے کہ مرشد کا روئے مخاطب بے شک اپنے تمام مریدوں اور ساتھیوں کی طرف ہے لیکن نام صرف ایک ہی مرید یا دوست کا لیا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا روم کی مثنوی کی مثال دی جا سکتی ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے شاگرد مولانا حسام الدین کو مخاطب کیا ہے لیکن وہاں حسام الدین کے پردے میں وہ اپنے تمام

1- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 236، گنج شریف ص 577
2- اورینٹل کالج میگزین مذکور ص 15

مریدوں اور شاگردوں سے مخاطب ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

اے ضیا الحق حسام الدین بیار　　　ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار [1]
اے ضیاء الحق حسام الدین توئی　　　کہ گذشت از مہ نبورت مثنوی [2]
شہ حسام الدین کہ نورِ انجم است　　　طالب آغاز سفر پنجم است [3]
اے حیاتِ دل حسام الدین بسے　　　میل می جو شد بقسم سادسے [4]

اگر ہم پنجابی شاعری پر نظر ڈالیں تو مولوی غلام رسول عالپوری (مصنف احسن القصص) کی چٹھیاں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مولوی صاحب عالم فاضل تھے۔ آپ نے ان گنت شاگردوں کے سینوں کو علم کے نور سے منور کیا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنی ہر چٹھی میں صرف سید روشن دین کا ہی ذکر کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں صوفیاء کا نصیحت کرنے کا یہی مقبول انداز تھا کہ وہ اپنے کسی ایک شاگرد یا مرید کا نام لیتے تھے لیکن مخاطب تمام شاگردوں و مریدوں سے ہوتے تھے۔ اسی طرح نوشہ صاحبؒ نے اپنے کلام میں بے شک روئے سخن پیر محمد سچیار کی طرف رکھا ہے، لیکن ان کے پردے میں وہ اپنے تمام مریدوں شاگردوں اور قارئین سے مخاطب ہیں۔ پیر محمد سچیار کو مخاطب کرنے کی شاید یہی وجہ تھی کہ دوسرے مریدوں کی بہ نسبت پیر محمد سچیار حضرت نوشہ سے ہر مسئلے پر کھل کر بات کر لیتے تھے۔ چنانچہ تذکرہ نوشاہی سے پتا چلتا ہے کہ جس مسئلے کے متعلق دوسرے مریدوں کو نوشہ صاحبؒ کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی وہ پیر محمد سچیار کے ذریعہ اپنا مدعا بیان کرتے تھے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کی نسبت مرشد کے زیادہ

1- مثنوی مولانا روم، دفتر سوم ایران 1349ھ ص 401
2- ایضاً دفتر چہارم ص 435
3- ایضاً دفتر پنجم ص 819
4- ایضاً دفتر ششم ص 1025

قریب اور بے تکلف تھے۔حضرت نوشہ صاحبؒ کا یہ تخاطبی انداز صرف ان کے کلام تک محدود نہیں بلکہ ان کے ملفوظات چہار بہار میں بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے بجا لکھا ہے:

''ہاشم شاہ (مشہور پنجابی شاعر) کی فارسی تصنیف چہار بہار اور نوشہ صاحبؒ قدس سرہ کے ملفوظات اور خود نوشہ صاحبؒ کے اردو، فارسی کلام سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ پیر محمد سچیار کو اپنے تمام خلفاء سے ممتاز اور افضل سمجھتے تھے۔''[1]

اسی لیے آپ نے تصوف کے تمام گہرے اور دقیق نکات سمجھانے کے لیے صرف پیر محمد سچیار کو ہی مخاطب کیا ہے اور چہار بہار میں کہیں بھی آپ کے کسی صاحبزادے یا کسی مرید کا ذکر نہیں آیا۔نمونے کے طور پر چہار بہار میں سے چند جملے یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

1- اے پیر محمد! از کلام درویشاں درویشی بیاموز''[2]

2- اے پیر محمد! سوال درویشانہ و خیالِ مردانہ آوری''[3]

3- اے پیر محمد! اہل دنیا در قلیبِ ہوس افتادہ اند''[4]

4- اے پیر محمد! آں مرد بزرگ ہم دریں سخن بود کہ آں خواب غفلت از چشم برفت''[5]

5- اے پیر محمد! خیالِ بندہ در ہوس پراگندہ است۔[6]

1- رسالہ از آثار فقیر نوشہ ثانی ص 101

2- چہار بہار ص 114

3- ایضاً

4- ایضاً ص 24

5- چہار بہار ص 35

6- ایضاً ص 28

6- اے پیر محمد! سوال معتبر آوردی۔ [1]

7- اے پیر محمد! باغبانے بود، امّا بے نظیر کہ تدبیر باغبانی او در تصویر ضمیر تقریر نہ بندد"[2]

8- اے پیر محمد! راست گفتی و دُر سفتی تارک دنیا شدن بسا مشکل ست۔ [3]

9- اے پیر محمد! بسا کس اند کہ خود بے وجود اند و وجود آدمی را گلو گیر اند۔ [4]

10- اے پیر محمد! جھدے کن و بریں راہ نگاہ کردہ۔ دعوئ بود را نابود دانستہ ہستی دعوئ بشو و خالق موجود راحیّ القیوم دانستہ، طالب او گزیدہ در سجدہ رو، تا از ہمہ آفات خواہی است و بے نیاز خواہی گشت۔ [5]

11- اے پیر محمد! سوال نیکو آوردی، مرادش بگوشِ دل بشنو، و باہوش خاص بداں [6]

چنانچہ ان اقوال زرین سے مترشح ہوتا ہے کہ اے پیر محمد! اور " آ کھے نوشہ قادری سُن پیارے سچیار" یا "نوشہ کہےتوں سن سچیارا"۔ جیسا انداز صرف ان کے مرشد ہی اپنا سکتے تھے۔ پیر محمد سچیار سے نیچے درجہ کا کوئی شخص بھی ایسا انداز اختیار نہیں کرسکتا تھا، جبکہ وہ خود پر محمد سچیارؒ کے خلفاء کے مریدوں کا مرید ہو چنانچہ ثابت ہوتا ہے کہ اس انداز میں پیر محمد سچیار کو مخاطب کرنے والی صرف ایک ہی شخصیت ان کے مرشد حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی ہوسکتی ہے۔

1- چہار بہار ص 31

2- ایضاً ص 41

3- ایضاً ص 45

4- ایضاً ص 49

5- ایضاً ص 55

6- ایضاً ص 99

جہاں تک لفظ سچیار کو سچے آدمی کے معنوں میں استعمال کرنے کا تعلق ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح علامہ اقبال نے لفظ مردِ مومن اپنے کلام میں استعمال کیا ہے، کیونکہ اس لفظ میں بے حد وسعت اور بیکرانی ہے۔ اسی طرح پیر محمد سچیار کی شخصیت میں وہ تمام ظاہری اور باطنی خوبیاں موجود تھیں جو ایک مردِ مومن کی خاصیت ہیں۔ اس لیے نوشہ صاحبؒ نے انہیں سچیار کے خطاب سے نوازا۔ یہاں یہ بات بے جا نہ ہوگی کہ نوشہ صاحبؒ لفظ سچیار کی تمام معنوی خوبیوں سے مکمل طور پر آگاہ تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے خاص مرید کو اس خطاب سے مخاطب فرمایا۔ یہ دراصل ایک ترغیب تھی دوسرے مریدوں کے لیے کہ وہ بھی اپنے اندر پیر محمد سچیار جیسی صفات پیدا کریں۔ اسی لیے انہوں نے دیگر مریدوں کے لیے جہاں ''دوست''، ''یار'' اور ''اللہ والیؒ'' جیسے الفاظ کا انتخاب کیا، وہاں سچیارو یا مرد سچیار جیسے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔ جہاں نوشہ صاحبؒ نے اپنے مریدین کو مجموعی طور پر خطاب فرمایا ہے وہاں لفظ سچیار کو مختلف انداز سے استعمال کیا ہے۔ مثلاً سچیارو، سچیاراں اور مرد سچیار وغیرہ اور جہاں وہ صرف پیر محمد سچیارؒ سے مخاطب ہیں وہاں ''سن پیارے سچیارا'' یا صرف ''سچیار'' لفظ استعمال کیا ہے۔

چہار بہار اور گنج شریف کے اسلوب بیان میں مطابقت اور یکسانیت اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ دونوں کتابیں ایک ہی مصنف کے رشحاتِ قلم ہیں۔ چہار بہار کی قدامت کے پیش نظر یہ نتیجہ اخذ کرنا دشوار نہیں ہے کہ گنج شریف (کشکول نوشاہی) کے خالق پیر محمد سچیار کے مرشد نوشہ گنج بخشؒ ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس میں نوشہ صاحبؒ کے مرشد اور دادا مرشد کا ذکر موجود ہے۔ [1]

مرشد اللہ، مرشد پاک محمدؐ مرشد چارے یار   مرشد دستگیر پیارا قادر دا مختار

1- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 63، گنج شریف ص 191

مرشد شاہ مبارک تارک مرشد شاہ معروف مرشد شاہ سلیمان قلندر سب صفتاں موصوف
مرشد سچا نام الٰہی مرشد نام رسول مرشد کلمہ طیب نوشہ جس پڑھیا بھیا قبول

اس کے مقابلے میں نوشہ ثانی کے اپنے والد، اپنے مرشد یا کسی پیر بھائی، کسی مرید یا اپنے بیٹوں کے متعلق کوئی ذکر اور معلومات نہیں ملتیں۔ اگر یہ بیاض نوشہ ثانی کی تحریر ہوتی تو یقیناً ان کے خاندان کے کسی فرد یا دوست یا مرید کا ضرور ذکر ہوتا۔ جبکہ اس کتاب میں نوشہ گنج بخش کے مرشد، دادا مرشد اور مرید کے ذکر کے علاوہ ان کی اپنی ذاتی اور بیٹوں کی زندگی کے واقعات کا عکس موجود ہے۔

(5)

اگر کسی شاعر یا ادیب کی کتابیں ایک سے زیادہ ہوں بے شک ان میں درج مضامین مختلف ہوں لیکن ان کا اسلوب بیان یا انداز بیان ایک جیسا ہوتا ہے۔ جسے انگریزی میں STYLE کہتے ہیں۔ Buffon کے قول کے مطابق ''Style is the man himself'' اس لیے ہر تخلیق کار کا اپنا انداز بیان ہوتا ہے۔ جو اسکی شناخت بن جاتا ہے۔ شاید اسی لئے مرزا غالب نے کہا تھا:

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

نوشہ صاحبؒ کی مثنوی گنج الاسرار اور چہار بہار کے اسلوب بیان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر ہم گنج شریف کی شاعری کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ گنج شریف کے اکثر اشعار کا نہ صرف سٹائل ان کتب سے ملتا ہے بلکہ فکری اعتبار سے بھی بیشتر مضامین کا آپس میں گہرا ربط ہے۔ چہار بہار میں تصوف کے جس قدر مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں نوشہ صاحبؒ کے مخاطب پیر محمد سچیار نوشہروی ہیں۔ اسی طرح گنج شریف میں آپ کے مخاطب بھی پیر محمد سچیار نوشہروی ہی ہیں۔ علاوہ ازیں

چہار بہار میں اکثر مقامات پر تمثیلی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ جیسے ایک نامہ نویس کی مثال ہے۔[1] ،باغبان کی مثال[2] ، ایک نقال کی مثال[3]، اور کولہو کے بیل کی مثال[4] ، بالکل اسی طرح گنج شریف (کشکول نوشاہی) کے رسالہ اتفاق پروان میں ایک ملا ، جٹ اور سید کی مثال[5] ایک سردار کی وفات پر اس کے بیٹوں کو اتفاق و اتحاد کی نصیحت میں تنکوں کی مثال[6]، رسالہ ''اوراں کوں فرمان'' میں ایک لمبے اور چھوٹے قد کے بندے کی مثال[7] اور رسالہ ''ہمت پروان'' میں لومڑی کی مثال[8] وغیرہ۔

(6)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر شاعر کی زبان پر اس کے ماحول حالات معاشرے اور علاقے کا اثر ہوتا ہے۔ ان ہی حالات کے مطابق اسکی سوچ بھی پروان چڑھتی ہے اور اس سوچ کی صحیح ترجمانی اس علاقے کی زبان ہی کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی شاعر اپنے ارد گرد بولی اور سمجھی جانے والی زبان کو چھوڑ کر کبھی بھی کامیاب شاعری نہیں کر سکتا۔ ادب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عام بول چال کی زبان اور ادبی زبان میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ یہ فرق اُسی قدر ہوتا ہے

1- چہار بہار ص 50

2- ایضاً ص 41

3- ایضاً ص 27

4- ایضاً ص 29

5- گنج شریف ص 538

6- ایضاً ص 540

7- ایضاً ص 520

8- ایضاً ص 529

جس قدر ایک شاعر اور غیر شاعر کے سوچنے کے انداز میں ہوسکتا ہے۔ شاعر شعر کہتے ہوئے شعوری طور پر ایسے الفاظ کا انتخاب کرتا ہے جو نہ صرف شاعر کے مفاہیم و خیالات کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ قارئین کو متاثر بھی کرتے ہیں۔ شاعر کی ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کا کلام اور پیغام اپنے اردگرد کی حدود سے نکل کر دور دور تک پھیلے۔ اس لیے وہ شعوری طور پر ایسی زبان استعمال کرتا ہے جو مطالب و مفاہیم کی توضیح کے ساتھ ساتھ نرمی، حلیمی، چاشنی اور روانی کی حامل ہوتی ہے۔ اگر شاعر عالم فاضل اور قادر الکلام ہوتا ہے تو پھر اسکی زبان میں انتخابِ الفاظ کی بنا پر زیادہ نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔ تاہم وہ کسی صورت بھی اپنی مقامی زبان سے دامن چھڑا نہیں سکتا۔ یہی زبان اس کے علاقے کی شناخت ہوتی ہیں۔ نوشہ صاحبؒ موضع گھگانوالی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات (علاقہ ساندر) میں پیدا ہوئے۔ وہیں پل کر جوان ہوئے اور ساری زندگی تحصیل پھالیہ کے علاقہ میں بسر کی۔ ماہرین لسانیات کہتے ہیں کہ اس علاقے کی پنجابی زبان پر لہندی کے لہجے کا اثر ہے مگر تحصیل پھالیہ کی زبان دوسرے علاقوں کے مقابلہ میں ذرا موٹی ہے۔ حضرت نوشہ صاحبؒ کی تصنیف گنج شریف میں بہت زیادہ الفاظ ساندر بار کی مقامی بولی سے تعلق رکھتے ہیں۔ بایں ہمہ کہیں کہیں اشعار کی زبان نہایت شستہ و رفتہ ہے۔ لیکن اکثر اشعار میں اس علاقے کی ٹھیٹھ زبان استعمال ہوئی ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ گنج شریف کا شاعر تحصیل پھالیہ ضلع گجرات (موجودہ منڈی بہاء الدین) کا باسی ہے۔ چند ایسے ہی اشعار ملاحظہ کیجئے:

نوشہ مرشد پاک ہے آد جگادی ہِک   ہِکسے گھلّے آئیا ہِکسے دی مڑ چھک [1]

فرق خالق تے خلق وچ توں کہہ کیکر ہوئے   نوشہ خالق ہِک ہے دویا ناہیں کوئے [2]

1- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 90، گنج شریف ص 455

2- ایضاً ص 90 ، ایضاً ص 456

ہک کھوہوں دریاؤں پیون ہک چُھیوں موریوں پیون
ہک ستّر سَے نعمت کھاون ہک مٹی چٹ کے جیون [1]

ان اشعار میں ہکسے ، ہک ، مُڑ ، چھِک ، دویا ، کوئے سَے اور کیکر وغیرہ خالص گجراتی لہجے کے الفاظ ہیں ان کو صرف اسی علاقے کا رہنے والا ہی اشعار میں استعمال کر سکتا ہے اور صحیح طور پر ادا کر سکتا ہے۔ لاہور کا رہنے والا کوئی بھی شخص ایسی زبان لکھنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسی ضمن چند اور اشعار دیکھئے:

آخر عملاں تولسن ، تکڑ دے وچ پائے
جس دل کلمہ ہووسی نوشہ بو جھائے سائے [2]

کلمہ گو نہ دوزخ پوسی وحی پیغام پہنچایا
نوشہ کہے کلمے دے صدقے اساں چھٹکارا پایا [3]

بندگی اتے خادمی دوہاں معنے ہک
نوشہ بندگی سَے کرن جنہاں دُھر دی چھِک [4]

اگے پچھے مرنا رہنا ناہیں اِتھ
جاں اوہ ویلا پہنچسی پلک نہ پوسی وِتھ [5]

1- کشکول نوشاہی (قلمی) ص 133، گنج شریف ص 431
2- ایضاً ص 200 ، ایضاً ص 250
3- ایضاً ص 60 ، ایضاً ص 505
4- ایضاً ص 295 ، ایضاً ص 532
5- ایضاً ص 75 ، ایضاً ص 561